ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر محمد اویس قرنی

لیکچرار، یونیورسٹی کالج فار بوائز، جامعہ پشاور

ڈاکٹر ولی محمد

لیکچرار، شعبۂ اُردو، جامعہ پشاور

ڈاکٹر ندیم حسن

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، جامعہ چترال

فہمیدہ ریاض۔۔۔رگ رگ تلملاتے رقص کی زبان

Dr. Muhammad Awais Qarni
University College for boys, University of Peshawar.
Dr. Wali Muhammad
Department of Urdu, University of Peshawar.
Dr. Nadeem Hassan
Department of Urdu, University of Chitral.

Fehmida Riaz…Rag Rag tilmilathay raqs ki zuban

Fehmida Riaz was among the front rank of poets was born in India and migrated to Karachi with her parents. She published several books of poetry includes Badan Dareeda,Dhoop,Meri Nazmein and Pattar ki Zuban. She became a symbol of resistance in Zia's era and was arrested but later she fled to India and gained asylum there. Her poetry consists of feministic thoughts, revolutionary tone and critical nature. In this research paper the researchers have shed light on her tone and revolutionary view of point.

Key Words: *Poetry, feminism, revolution, truth, political aspects,tone and style.*

ہر دور کے کھرے سچ نے صنفی، شخصی اور سماجی آزادی کے راستے میں حائل سنگلاخیوں سے کہیں کوہکن جیسا معاملہ کیا تو کہیں حریت فکر کے باب میں بار بار بطن گیتی سے سقراط کی صورت اٹھتے ہوئے صفحۂ ہستی پر خود کو امر کر دیا۔زہریلی ساعتوں کے دوران جینا سکھانے والوں میں سے کچھ ایسے شوریدہ سر بھی تھے جنہوں نے اپنا سر پھوڑنے کی بجائے لفظوں کے تیشے سے آہنی فصیلوں میں شگاف ڈالے اور محلات کی اینٹیں بجادیں۔ انسان اپنے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

داخل کی آزادی کے لئے ہمیشہ خارج سے نبرد آزما رہا۔ جب جب اس احساس کو بڑھاوا ملا کہ خارج کی آزادی من بھیتر کی سوتر نتا اور خود مختاری سے کم اہم نہیں تب بڑھتی ہوئی گھٹن سے مڈبھیڑ میں اپنے قول و کردار سے سانس لینے کے نت نئے پیرائے ایجاد کیے گئے۔ یہ ایجاد و اجتہاد دراصل اپنے حصے کے سچ کی تلاش تھی۔

"ڈرو مت، پورا سچ بدصورت نہیں ہوتا
اس میں جو کچھ بدنما ہے
وہ تو چاند کے داغ کی مانند ہے
کیا تم پورا چاند نہ دیکھو گے۔" (۱)

فہمیدہ ریاض ایسی ہی ریاضتوں کی پروردہ تھی۔ اس کے اسلوب زیست نے صرف پیار و دلار کا ہی نہیں للکار اور پیکار کا ذائقہ بھی صحیح معنوں میں چکھ رکھا تھا۔ اس نے محبت کرنے کے لیے کوئی ہوائی محل تعمیر کیا نہ ہی سیاست کے اندھیکار کا پردہ چاک کرنے کے لیے کسی خلائی قلعے کی منت پذیر ہوئی۔ وہ ادب اور زندگی میں نظریے ہی کی نہیں نظر کی بھی قائل تھی۔ وہ نظر جس نے اسے نظریہ دیا اور وہ نظریہ جس نے اس کی نظروں میں بجلیاں بھرتے ہوئے وسعت آشنا کیا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر زبانیں پتھرا سکتی ہیں تو پتھروں میں سے بھی کوئی زبان اگائی جاسکتی ہے جو ہر گرجتے برستے لہجے کی سر سختی کو توڑ کر رکھ دے۔

" آؤ اے ہم وطنو رقص کرو، رقص کرو
غیظ کا رقص، بکھرتے ہوئے پندار کا رقص
رنج و رسوائی کا اُمیدِ نگوں سار کا رقص
پیرہن چاک کرو مصلحت اندیشی کا
اپنے اشکوں کی برستی ہوئی بوچھاڑ میں آؤ
یہ جھجکتے ہوئے بازو تو ہوا میں لہراؤ
جسم کو رقص کے گرداب میں چکرانے دو۔" (۲)

فہمیدہ ریاض کے پہلے مجموعے "پتھر کی زبان" کی پہلی نظم -- نظم کائنات کا ابتدائیہ ہے جہاں نکیلے پہاڑوں کی بلندیاں وصل و وفا کی تمنا میں اولین انتظار کا خمار لیے ہوئے ہے -- پھٹی اوڑھنی میں کسی کی سانسیں سمیٹے صدیوں کے سفر کو پیروں میں لپیٹے مصرعے بتاتے ہیں کہ اجاڑ، چٹیل، اداس اور ویران سنسار میں دور دور تک کوئی

نہیں۔۔ سوائے ان دو متوالوں کے جو وصال و فراق کے حیرت کدے میں ملن کی آشا لیے الگ الگ دشاؤں میں گھوم رہے ہیں۔۔ پر ملن کے بعد کا الم و یاس ابدی پھانس بن کر جیون یاترا میں کٹھاس گھولتا رہتا ہے۔۔

"اسی اکیلے پہاڑ پر تو مجھے ملا تھا
یہی بلندی ہے وصل تیرا
یہی ہے پتھر مری وفا کا
اُجاڑ چٹیل اُداس ویراں
مگر میں صدیوں سے اس سے لپٹی ہوئی کھڑی ہوں
پھٹی ہوئی اوڑھنی میں سانسیں تیری سمیٹے
ہوا کے وحشی بہاؤ پر اُڑ رہا ہے دامن
سنبھالا لیتی ہوں پتھروں کو گلے لگا کر" (۳)

اس طویل دورانیے میں اس نے انکشاف ذات کی ان گنت مسافتیں طے کر لیں۔۔ پہلے پائید ان پر اپنی چوڑیوں کی کھنک سے شرماتی، جھجکتی، سمٹی سمٹائی، سر جھکائے کترا کے نکل جانے والی چھوری بھی ہے اور جرأت و بے باکی سے دھڑکنوں میں پڑتی سلوٹوں پر تھامنے والے ہاتھ کو پھرانے والی استری بھی۔۔ ایک رات کے قصے سے شروع ہونے والی نظم بعد میں کئی راتوں پر پھیل جاتی ہے۔۔ کھوئی کھوئی انجانی مہک کے احتراز سے کئی نغمے نکلتے ہیں۔۔

"آج کی رات کے دامن میں ہیں کیا کیا جادو
خواب آلودہ فضاؤں میں ہیں سوئے ہوئے گیت (۴)

کبھی رات کی سانسوں میں گھلے جذبات بے نام رشتے میں استفسار کو راستہ دیتے ہیں:

پھر بھی سوچیں تو مجھے آپ سے نسبت کیا ہے
کچے دھاگے کا یہ بے نام سا اک رشتہ ہے
یہ فسوں کار و جواں رات، فقط دھوکہ ہے
صبح اِک ایسی حقیقت ہے نہیں جس سے گریز
وقت کی آنکھ میں رہ جائیں گے بن کر آنسو
رات کی رات ہیں یہ رات کے سارے جادو(۵)

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

اسی طرح ہر دن کے اختتام پر رات کا نرم تنفس اسے چھو جاتا ہے۔۔رات کے ساتھ کوئی غم بھی چلا آتا ہے ۔۔انہی راتوں میں گرتے چمکتے ہر ستارے اور ہر آنسو کو اس نے اپنا نام دیا۔۔یہ دعائیہ آنسو، بے گانے آنسو، بے نام آنسو ۔۔بے کار آنسو اس کی نظروں سے اس کی نظموں تک اور اس کے اشکوں سے اس کے زخموں تک دھیمے سبھاو میں ڈھلتے جاتے ہیں۔۔۔اپنے آنسوؤں کو انضباط کے سلیقے میں ڈھالتے "بدن دریدہ" تک آتے آتے اب وہ جست و جگرے کا وہ رنگ دکھانا چاہتی تھی جس کو نقل کرتے ہوئے بھی سو بار سوچنا پڑتا ہے۔ فہمیدہ نے بے دھڑک قلم کے سپرد کر دیا۔ عامر حسین لکھتے ہیں:

"شاید قاری ان کے دوسرے مجموعے "بدن دریدہ" کی قوت کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں تھے۔ اردو نثر میں تو ہمارے پاس عصمت چغتائی کی مثال تھی جنہوں نے نسائی تجربات کو حیران کن صاف گوئی سے لکھ ڈالا تھا لیکن دودھارے جنسی تجربات کو شعر میں اس طرح ڈھالنا کہ نہ تجربہ کو زک پہنچے اور نہ شعریت مجروح ہو۔ فہمیدہ ریاض کا صرف اردو ہی نہیں عالمی ادب میں بھی ایک ایسا کارنامہ ہے جس سے بالکل ایک جدا راستہ پیدا ہوا۔" (۶)

فہمیدہ ریاض چاہت کے درد کے لیے کسی کو الزام دے کر اپنے درد کا مذاق نہیں اڑاتی۔۔وہ اپنے دکھوں کو پوری طرح جی سکنے اور جھیلنے کی شکتی رکھتی ہے۔۔خالدہ حسین نے فہمیدہ ریاض کی شخصیت میں مردانہ طرز تکلم کی طرف اشارہ کیا ہے۔۔لیکن در حقیقت یہ مردانہ لہجے سے بھی آگے کا قدم ہے۔۔مردانہ لہجے کے قدم بھی ایسی صورتحال میں (جسے فہمیدہ نے پیش کیا) بسا اوقات ڈگمگانے لگتے ہیں۔۔خالدہ حسین لکھتی ہیں:

"فہمیدہ ایک ایسے انقلاب کا خواب دیکھتی ہے جو انسان کو انسان کے جبر سے رہائی دلائے۔ یہ جبر خواہ کسی بھی صورت میں ہو۔ اقتصادی، ذہنی، اخلاقی۔۔۔۔ وہ زندگی کی مادی بنیادوں کی قائل ہے اور زمینی اور جسمانی وسائل کو اولین اہمیت دیتی ہے۔" (۷)

فہمیدہ نے ایسی کیفیتوں کو گرفت میں لینے کی کوشش کی جن کو لوگوں نے موضوع ہی نہیں سمجھا جسے موضوع بناتے بناتے وہ خود موضوع بن گئی۔۔ان مباحث کو اس طرح تکنیکی دروبست کے ساتھ لانا ہماری شاعری کا وہ کمیاب حوالہ ہے جس نے مرد اور عورت دونوں کو ششدر کرتے ہوئے عورت کو جرأت واستقامت اور مرد کو اپنی برداشت کی نگہداشت کے مضامین دیے۔۔عدیل عباس عادل لکھتے ہیں:

"فہمیدہ ریاض کی شاعری کو نسائی جذبوں کا مزاحمتی بیانیہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔" (۸)

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

وہ آگے رقم طراز ہیں:

"معاشرتی بندشوں اور مردوں کو صنفی برتری بخشنے والے نظام میں گھٹن زدہ زندگی گزارنے کی بجائے فہمیدہ مزاحمت کی نمائندہ آواز بنیں۔ جس نے نہ صرف اپنے خیالات بلکہ اپنے معاشرے کی عورت کے احساسات کو اظہار دیا۔"(۹)

فہمیدہ کے نوخیز رومانی تخیل اور ان کی انقلابی جہت دونوں کو ساتھ ساتھ زیر بحث لاتے ہوئے دیکھا جائے تو ابتدا میں صحتمند رفاقتوں کا میزانیہ مرتب کرتے ہوئے اس نے کبھی کسی کو بے وفائی کا دوش نہیں دیا۔۔حالانکہ ہماری شاعری ابھی پاؤں پاؤں بھی نہیں چلی تھی کہ بے وفائی نے اس کے موضوعات میں یاس انگیزی بھر دی لیکن فہمیدہ نے محبوب راستوں پر ملنے بچھڑنے والوں کو اچھے لفظوں میں سواگت یا شب ودائی کے پھول پیش کیے۔ اس ضمن میں زیادہ سے زیادہ کچھ ہوتا ہے تو یہ کہ کسی خوبصورت منظر کی تصویر پینٹ کرتے کرتے اس میں کسک کے رنگ بکھیرنے کے لیے کہتی ہے کہ اس نے تو ہمیں دیکھا بھی نہیں۔ اور یہ منظر جب منتظر نگاہوں کو رات کے آخری پہر میں لے جاتا ہے تو اخذ واکتساب کا عمل شروع ہوتا ہے۔

جب ست قدم شب بیت چلی ہولے
ہولے نیند آہی گئی
سب افسوں وقت جگاتا ہے اور وقت کبھی
ٹھہرا بھی نہیں (۱۰)

محبت کی راتیں جب لوریوں میں بدلنے لگتی ہیں تو نغمے کا آہنگ بدل جاتا ہے۔۔

کالی رین آدھی رین
پاگل تن کیوں سوچ رہا ہے اندھیارے میں
اپنے انگ سے ٹوٹا انگ، ٹوٹے انگ کا مان جگاتی
کہیں نہ جائے کالی رین۔ آدھی رین(۱۱)

لیکن جس روز رات کا ریشم سرسرانے لگتا ہے اور اس میں کسی عہد کی ملفوف لاش ملتی ہے تو راتوں کے اسرار اس پر نئی صورتوں میں کھلتے ہیں۔۔

"رات جو جرم بھی ہے جرم کی پاداش بھی ہے"(۱۲)

تب وہ خود کو پرانے تصورات سے آزاد کر لیتی ہے۔۔۔

"اب نہ روکو اسے۔۔۔ آزاد تصور کو کرو
ذہن کو سوچنے دو اور تخیل کو بھٹکنے دو ذرا
ایسے امکان کہ جینے کا مزا آجائے
ایسی باتیں کہ نہیں جن کی اجازت تم کو
ذہن کو سوچنے دو۔۔۔
یہ تو کوئی جرم نہیں۔۔۔" (۱۳)

سو وہ صرف تصور ہی نہیں اپنے قلم کو بھی ایسی آزادی دلاتی ہے کہ اوٹ میں چھپتے پھرنے والوں کے تیور بگڑنے لگتے ہیں اگرچہ حمیرا حیات نے ایک مضمون میں اُس کے بعض موضوعات بالخصوص جنس کو کوئی اور رنگ دینے کی کوشش کی ہے وہ لکھتی ہیں:

"فہمیدہ کی شاعری میں یہ موضوع (جنس) مختلف انداز میں پیش ہوا ہے۔ انہوں نے جنسی تجربے کو ایک مابعد الطبیعاتی جہت کے ساتھ منسلک کیا ہے جو ان کے لفظوں میں کھل کر نمایاں ہوا ہے۔" (۱۴)

حمیرا کی رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے کیونکہ فہمیدہ نے اپنے موضوعات کو برتنے میں پورے جسمانی اور حسیاتی شدت کو سامنے رکھا ہے۔ وہ اپنے تخیل اور اپنے قلم کے درمیان کوئی ایسی ٹوٹی ہوئی کڑی نہیں چھوڑتی جس سے اظہار و ابلاغ میں کوئی مشکل پیش آئے۔ اپنے شعور کے حساس لمحوں نے انہیں کسی قسم کے تذبذب میں نہیں ڈالا۔ اس لیے وہ شاعر کی ذات کو ایک خاص تمکنت کے ساتھ دیکھتے ہوئے بتاتی ہے کہ وہ عام کردار نہیں بلکہ دوسروں سے ہٹ کر سوچنے اور کر گزرنے والا ہوتا ہے۔

ایک شب دیر تلک چاند کو دیکھا کیا وہ
لوگ کہتے ہیں کہ شاید تب سے
ہو گیا ہے کوئی سایہ اس پر
کوئی نہ کوئی تو ہے اس پہ اثر
وہ جو تم سب سا نہیں

اس کی ہے وجہ کوئی
وہ تو اک شاعر ہے(۱۵)

یہی دوسروں سے ہٹ کر سوچنے کی ادا ہے جو اسے حسن کو اپنے پیمانوں سے ناپنے والوں کے مقابلے پر اس طرح لے آتی ہے کہ پیمائش کرنے والوں کو اپنی پڑ جاتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ دیکھا جائے تو مثال کے طور پر نظم "ابد" میں ایک مخصوص لذت سے جسم کے شل ہونے کی بات بھی زمینی اور مادی حقائق سے جوڑے رکھتی ہے۔غلام شبیر رانا تانیثیت کو جنسیت کی ضد قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"تانیثیت کو فہمیدہ ریاض نے ایک ایسی مثبت سوچ، مدبرانہ تجزیہ اور دانش ورانہ اسلوب سے تعبیر کیا ہے جس کے اہداف میں خواتین کے لیے معاشرے میں ترقی کے منصفانہ اور یکساں مواقع کی فراہمی کو یقینی بنانے کا واضح لائحہ عمل متعین کیا گیا ہو۔" (۱۶)

یہاں تانیثیت کو جنسیت کی ضد قرار دینے کے معاملے میں مجھے تامل ہے۔تاہم آگے جا کر غلام شبیر رانا کی رائے سے بہت حد تک اتفاق کیا جا سکتا ہے کیونکہ جب فہمیدہ نے اپنے قلم کا رُخ کھردری حقیقتوں کی جانب موڑ دیا تب تانیثیت نئے معانی کے ساتھ سامنے آنے لگی۔فہمیدہ کا لہجہ روز بروز کاٹ دار ہونے لگتا ہے۔وہ شہر معصوم کے ساکنوں کو دور دیس کا ماجرا سناتے ہوئے بتاتی ہے کہ کس طرح کشیدہ بدن، سبز خط، خوش قطع ماہر و نوجوان سرکاروں میں جا کر دماغی ضعف کا شکار ہو جاتے ہیں اور سیہ چشم پستہ دہن سیم تن نازنین کچی عمروں کی خوشبو افسروں اور شاہوں کی آغوش میں جا کے پتھرا جاتی ہے۔قصہ گو فہمیدہ اس دور دیس کے بارے میں بتاتی ہے کہ تخت پر جانور تھے اور بدبخت رعایا کو اس کا پتہ تک نہ تھا۔اہل دانش یا تو بیمار تھے یا "اس پار" بھیجے جا چکے تھے۔کچھ سحر سامری کے روگ میں گرفتار شاہی خلعتوں کے امیدوار چین کی بانسری میں گیت لکھتے گاتے عہدِ زریں کے ڈنکے بجاتے رہے۔فی الواقعہ یہ کسی دور دیس کی داستان نہیں آس پاس کا ماجرا ہے۔کہانی کے انجام تک آتے آتے مخبروں نے کلامِ شاعر کو انجام شاعر تک پہنچانے کے لیے دربدری کا پروانہ جاری کر دیا تھا۔نام بدلتے اخباروں میں باسی جھوٹ تیر تا رہا۔ایک جھوٹ سے دوسرے جھوٹ تک بے آبرو ہوتے لفظ اور توہینِ ادب اس سے برداشت نہ ہو سکی۔سو جب وہ شاہراہوں میں مظلوموں کے بہتے لہو کا حساب کرنے نکلی تو ایک ایسے سویرے کی منتظر رہنے لگی جو صبح محشر سے ملا دے۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"وہ صبحِ محشر کہ
جب پیکرِ آتشیں بن کے سورج
زمیں سے نکل آئے گا
جو بھی ہے اس زمیں پر وہ جل جائے گا
جو لہو تھم گیا
اس لہو کی سیاہی ابد تک
بے حسوں کی جبینوں کا کالک
اس سیاہی کو پھر کون دھو پائے گا" (۱۷)

آمنہ مفتی نے جن الزامات کی طرف اشارہ کیا وہ در اصل اُن لوگوں کی جھنجھلاہٹ تھی جن کے سامنے فہمیدہ نے کچھ سوالات رکھے اور یہی سوالات اُن کو چبھ رہے تھے۔ اپنی نظموں "گڑیا" اور "مقابلۂ حسن" میں فہمیدہ نے اس کھلواڑ کے خلاف آواز بلند کی جو حسن و عشق کے نام پر کھیلا جاتا ہے۔ "مقابلۂ حسن" کے آخری مصرعے پہلے تو چونکا دیتے ہیں پھر تھوڑی سی سمجھ بوجھ کی رمق رکھنے والے کے لیے ایک مسلسل خجالت کا سامان کرتے ہیں۔ نظم "خانہ تلاشی" اور "کوتوال بیٹھا ہے" اس دور سے گزرنے اور جھیلنے والی عورت کا رزمیہ ہے۔ نظم "چادر اور چار دیواری" میں لکھتی ہے:

یہ لونڈیاں ہیں
کہ یرغمالی، حلال شب بھر رہیں
دمِ صبح در بدر ہیں
یہ باندیاں ہیں (۱۸)

نظم "چادر اور چار دیواری" کا مطلب بھی کچھ کا کچھ سمجھ کر پیش کیا گیا لیکن یہ اس زمانے کی تحریر ہے جب ایران میں انقلاب کے دوران عورتوں کو مسلسل نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ نظم "کوتوال بیٹھا ہے" میں وہ اپنے اندر کی پوری تاپنا کے ساتھ سامنے آتی ہے۔

"چھیتڑا ہے یہ قانون
باغیوں کے قدموں کی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ان سے دھول جاڑیں گے

آمری نحوست کے

یہ نظامِ امکانات

بیچ چوک پھاڑیں گے" (۱۹)

فہمیدہ اپنی تیزی و تندی کے مختلف پیرایوں میں کہیں کہیں عام آدمی کو بہت سارے عوامل سے لاتعلق دکھا کر چوٹ کر جاتی ہے۔ کبھی تو ایسا لگتا ہے جیسے وہ بین السطور اپنی بات کر رہی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے اور اس تناظر میں دیکھا جائے تو طنز کی شدت بھی پوری طرح محسوس ہونے لگتی ہے۔

"اس (آدمی) کے چاروں طرف پھیلا ہوا گورکھ دھندہ، آدمیوں کے بے دماغ اور بے روح کاروبار، دکان اور دفتر، اخباروں میں اس کی ذات سے متعلق سرخیاں، سیاست کی شعبدہ بازیاں، فوج کشی اور سمجھوتے۔ یہ سب کچھ اس کی روح کو چھو تک نہیں پاتے۔ کبھی کبھی وہ رحم دلی یا منصف مزاجی کی بنیاد پر کسی واقعہ کی مدحت یا مذمت تو کر سکتا ہے لیکن دل پھر بھی یہی کہتا ہے۔ ان سب بے سر و پا باتوں کا میری روح میں اُٹھتے ہوئے بھونچالوں سے کیا ناطہ۔" (۲۰)

جن کے ساتھ وہ کوئی ناطہ نہیں رکھنا چاہتی اور جسے وہ گورکھ دھندہ اور بے سر و پا سمجھتی ہے۔ در اصل انہی باتوں نے متحرک رکھا ہے۔ کہنے کو تو کہہ دیا کہ آدمی کا اس سے کیا ناطہ ہے لیکن یہ احساس کا وہ منطقہ ہے جو شدت جذبات کے ساتھ اپنا ردِ عمل کسی دوسرے پیرائے میں لا کر معاشرے کے تضادات کو اُبھارتا ہے۔ صرف فہمیدہ ریاض کی بات ہو تو آخری لمحوں تک اس نے سمجھوتوں کو اپنی ٹھوکر پر رکھا۔

فہمیدہ ریاض نے دیس چھوڑا۔ اپنے حق سے نباہ کی خاطر ایک جھوٹے حق کا ضیاع مناسب سمجھا اور تب تک واپس نہ آئی جب تک جھوٹ کا اُڑن کھٹولہ جاں بحق نہ ہوا۔ وہ جس سچ کے ساتھ گئی تھی اس نے واپسی پر مزید شدت اختیار کر لی۔ بہت پہلے کہا تھا:

"کارگاہِ ہستی میں کسی حساس ذی روح پر وہ مقام نہیں آیا ہوگا جب اس نے خود کو مقتل کے دروازے پر نہ پایا ہو۔ جب اسے اپنے وجود کی قیمت نقدِ جاں سے نہ چکانی پڑی ہو۔ لیکن جب جاں سے گزرنا ہی ٹھہرا تو سر جھکا کر کیوں جائیں۔ کیوں نہ اس مقتل کو رزم گاہ بنا دیں۔

آخری سانس تک جنگ کریں۔ سو میں نے بھی اپنی گردن جھکی ہوئی نہیں پائی۔" (۲۱)

"انقلابی عورت" کے عنوان سے لکھتی ہے:

رن بھومی میں لڑتے لڑتے بیتے کتنے سال
اک دن جل میں چھایا دیکھی چٹے ہوگئے بال
پاپڑ جیسی ہوئی ہڈیاں ہلنے لگے ہیں دانت
جگہ جگہ جھریوں سے بھر گئی سارے تن کی کھال" (۲۲)

یہ بڑھیا جو نانی بن گئی آخیر عمر میں بھی انقلاب کا سوچ رہی ہے
پھر اک نئی جنگ جوتنے چل نکلی وہ
(ظاہر ہے اور وہ کر بھی کیا سکتی تھی)
آسماں پر جھل مل تارے آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں
رات کے پنچھی بول رہے ہیں
اور کہتے ہیں
یہ شاید اس کی عادت ہے
یا شاید اس کی فطرت ہے" (۲۳)

سچ کی دھن میں نکلنے والی فہمیدہ نے جھوٹ کی قلعی کھولتے ہوئے غیظ کا رقص کیا۔ اس رقص میں ولولہ تھا اور جاں فشانی کے ساتھ بہت کچھ کرنے کا عزم تھا۔ اس نے مصلحت اندیشی کے پیرہن کو چاک چاک کرتے ہوئے خود کو اس رقص کے گرداب میں چکرانے دیا۔ یہی بے خوف رقص اس کی شاعری، اس کی نظریاتی اساس اور اس کی زندگی کا ترجمان بن گیا۔

شہر در شہر جو ہم رقص میں لہرائیں گے
حلقہ در حلقہ بھنور پڑتے چلے جائیں گے
جسم و جاں رقص کریں نطق و زباں رقص کریں
تلملاتا ہے لہو آج میری رگ رگ میں (۲۴)

حوالہ جات

۱۔ فہمیدہ ریاض، سب لعل و گوہر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۲۴۸
۲۔ فہمیدہ ریاض، بدن دریدہ، مکتبہ دین و ادب، لکھنؤ، ۱۹۷۸ء، ص ۱۰۸
۳۔ فہمیدہ ریاض، پتھر کی زبان، نئی آواز، جامعہ نگر، نئی دلی، فروری ۱۹۸۲ء، ص ۱۳
۴۔ احتراز، مشمولہ پتھر کی زبان، ص ۲۲
۵۔ ایضاً
۶۔ عامر حسین، سب لعل و گوہر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۶
۷۔ خالدہ حسین، نسائی خود شناسی اور فہمیدہ ریاض، مشمولہ سب لعل و گوہر، ص ۷۵
۸۔ وجاہت مسعود، فہمیدہ ریاض؛ تانیثی شاعری کا معتبر حوالہ، مشمولہ ہم سب، ۲۰۱۸ء، ص ۱۱۔۲۳
۹۔ ایضاً
۱۰۔ فہمیدہ ریاض، پتھر کی زبان، نئی آواز جامعہ نگر نئی دہلی، فروری ۱۹۸۲ء، ص ۹۵ ص ۹۵
۱۱۔ فہمیدہ ریاض، بدن دریدہ، مکتبہ دین و ادب، لکھنؤ، ۱۹۷۸ء، ص ۵۴
۱۲۔ ایضاً، ص ۵۷
۱۳۔ فہمیدہ ریاض، زمین دوز ریل، مشمولہ بدن دریدہ، مکتبہ دین و ادب، لکھنؤ، ۱۹۷۸ء، ص ۶۰
۱۴۔ حمیرہ حیات، اردو کی غیر روایتی تانیثی آواز، مشمولہ مسرت، ۶ جنوری ۲۰۱۹ء
۱۵۔ فہمیدہ ریاض، وہ جو تم سب سا نہیں، مشمولہ بدن دریدہ، مکتبہ دین و ادب، لکھنؤ، ۱۹۷۸ء، ص ۶۸
۱۶۔ غلام شبیر رانا، فہمیدہ ریاض؛ حیات اور ادبی خدمات، مشمولہ اردو ریسرچ جرنل، URJ.16th Issue، ۱۰ اکتوبر ۲۰۱۸ء
۱۷۔ فہمیدہ ریاض، پتھر کی زبان، مشمولہ دھوپ، مکتبہ دانیال کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۳۱
۱۸۔ آمنہ مفتی۔ بی بی سی، ۲۲ نومبر، ۲۰۱۸ء
۱۹۔ فہمیدہ ریاض، ۲۱ ستمبر ۱۹۸۱ء، مشمولہ پتھر کی زبان، نئی آواز جامعہ نگر نئی دلی، ۱۹۸۲ء
۲۰۔ فہمیدہ ریاض، چادر اور چار دیواری، ہمرکاب، مشمولہ سب لعل و گوہر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۳۴۵

۲۱۔ فہمیدہ ریاض، ''کوتوال بیٹھا ہے''، مشمولہ سب لعل و گوہر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۳۴۳

۲۲۔ آمنے سامنے، مشمولہ دھوپ، مکتبہ دانیال، کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۸

۲۳۔ فہمیدہ ریاض، بدن دریدہ، مکتبہ دین و ادب، لکھنؤ، ۱۹۷۸ء، ص ۱۳

۲۴۔ فہمیدہ ریاض، آدمی کی زندگی، فضلی سنز کراچی، ۱۹۹۹ء، ص ۱۲۴